رشتۂ زوجین پر قرآنی تشبیہ کا مطالعہ

ذکی الرحمن فلاحی مدنی 25/07/2016

ھن ّلباسٌ لّکُم ُوَ أنتم ِلباسٌ لّھن

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری کتاب قرآنِ کریم میں تقریبِ فہم اور توضیحِ مراد کی خاطر مختلف اشیاء واعمال کو تشبیہ و تمثیل کے اسلوب میں بیان فرمایا گیا ہے۔اس اسلوب کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایک عامی انسان کو آسانی سے بات سمجھ آجاتی ہے اور ایک صاحبِ علم کے غور وفکر کے لیے معانی وحکمتوں کی پوری دنیا منکشف ہو جاتی ہے۔اس سیاق میں اگر انسانیت کی دونوں صنفوں 'مرد اور عورت' کے مابین قائم ہونے والے تعلقِ ازدواج کی قرآنی بنیادوں کو جاننے کی کوشش کی جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اس رشتے کی نوعیت کو لباس سے تشبیہ دی ہے۔(ہنّ لِباسٌ لَّکُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّہُنّ)(بقرہ، 187) ''وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم انکے لیے''۔

بظاہر لباس کا مطلب وہ کپڑا ہے جو انسان اپنے جسم پر پہنتا ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زوجین کے تعلقات کو لباس اور صاحبِ لباس کے تعلق کی مثال سے واضح کیا ہے؟صورتِ مسئلہ کی تمام ابعاد واطراف کا علم توربِ کائنات ہی کو ہوگا، لیکن غور وفکر سے بھی ان دونوں رشتوں کی باہمی یگانگت و مماثلت سمجھ میں آتی ہے۔اس مختصر مضمون میں لباسِ انسانی کے اہم مقاصد، صفات وخصوصیات اور اسکے ساتھ برتے جانے والے طریقہ ہائے تعامل کی روشنی میں زوجین کے تعلقات کی قرآنی تشبیہ کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ وباللہ التوفیق۔

چند اصولی باتیں

سب سے پہلے چند اصولی باتیں سمجھنے کی ہیں: پہلی بات تو یہ کہ لباس ایسی انسانی ضرورت ہے جس سے کسی بشر کو استغناء نہیں ہو سکتا۔ مادر زاد برہنگی جس طرح ماضی میں سلیم الفطرت انسان کے لیے عیب تھی، ویسے ہی مادیت پرستی وا باحیت زدگی کے اس زمانے میں بھی انسانی ضمیر و فطرت مکمل برہنگی سے گھن کھاتے ہیں۔ اس قرآنی تشبیہ سے ایک اصولی بات یہ سمجھ آتی ہے کہ قرآنی تصورِ زندگی میں شادی و نکاح، اسی درجہ ناگزیر و ضروری انسانی حاجت قرار پاتے ہیں جس طرح کہ لباس۔ اس بابت ہمارے لیے اسوہ حسنہ کسی بزرگ یا ولی کا طرزِ عمل نہیں، بلکہ اللہ کے آخری رسول ﷺ کی سنت و عمل ہونا چاہیے۔

دوسری بات یہ کہ پیدائش کے بعد بچوں کی برہنگی کو ایک معینہ عرصہ تک قابلِ انگیز مانا جاتا ہے۔ لیکن ایک مناسب مدتِ عمر کے بعد بچوں کو ستر پوشی کی تلقین نہ کرنا اور برہنگی سے نہ روکنا، انھیں عریانیت و بے حیائی کی تعلیم دینے کے مرادف ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی انداز میں مناسب عمر کو پہنچنے کے بعد۔ جو شریعت میں قرائن و علامات اور سن و سال سے معین و محدد کی گئی ہے۔ نوجوان لڑکے لڑکیوں کی شادی و نکاح پر توجہ نہ دینا بھی اباحیت و فواحش کے رواج پانے کا سبب بنتا ہے۔ موجودہ زمانے کی صورت حال سے زیادہ بہتر اسکی وضاحت نہیں کی جاسکتی۔ دیکھنے والی آنکھ آج فحاشی و بے حیائی کے جن مظاہر کا مشاہدہ کر رہی ہے، انکے برپا ہونے میں ایک بڑا سبب شادی و نکاح کے معاملہ میں اس اسلامی مزاج سے انحراف کرنا بھی ہے۔

تیسری اور اہم ترین بات یہ کہ لباس کی خرید و فروخت یا تیاری و فراہمی کا مسئلہ عام انسانی زندگی میں ایسا نہیں سمجھا جاتا کہ سالہا سال پہلے سے اسکے لیے تیاری ہو اور لاتعداد دولت اکٹھا کی جائے۔ بالکل اسی لحاظ سے نکاح اور شادی کا معاملہ بھی اسلامی معاشرہ میں ایسا مہتم بالشان مسئلہ نہیں ہوتا جس کے لیے لمبی چوڑی تقریبات اور فضول خرچیوں کا التزام کرنا فرض خیال کیا جائے۔ فرحت و مسرت کے موقع پر خوشی منانا انسانی فطرت ہے اور شرعی طور سے اس میں قباحت بھی نہیں، لیکن اس خوشی کے موقع پر بے شمار غیر عقلی و غیر شرعی رسوم و رواج اور اعراف و تقالید کا اہتمام کرنا، اور اسکے نتیجے میں ایک سیدھے سادے مسرت آمیز موقع کو باعثِ تکلیف و باعثِ غم بنا دینا عقلاً اور شرعاً حرام و قابلِ نفریں ہے۔

لباس کے مقاصد و اہداف

[ا] حفاظت و صیانت

انسان بمقتضائے فطرتِ سلیمہ اپنی ستر پوشی کا اہتمام کرتا ہے۔ اسمیں مدِ نظر یہ بھی رہتا ہے کہ مختلف موسمی تغیرات و ماحولیاتی انقلابات مثلاً حرارت و برودت وغیرہ سے، زخمی کرنے اور اذیت پہنچانے والی اشیاء سے اور مختلف فضائی آلودگیوں اور جراثیم سے جسمِ انسانی کی حفاظت و صیانت ہو جائے اور وہ مختلف امراض و آفات سے محفوظ رہ سکے۔ شادی کرنے میں بھی انسان اپنی نوع و نسل کو مٹنے کو اولاد و احفاد اور نسل D.N.A. اور منقطع ہونے سے محفوظ کرنا چاہتا ہے۔ انسانی فطرت میں یہ داعیہ ودیعت ہے کہ وہ اپنے وذریت کی شکل میں بڑھتے اور پھلتے پھولتے دیکھنا چاہتا ہے۔ اس جذبہ کی درست عکاسی خود خالقِ فطرت کے کلام میں پائی جاتی ہے:

(وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُم مِّنْ أَنفُسِکُمْ أَزْوَاجاً وَجَعَلَ لَکُم مِّنْ أَزْوَاجِکُم بَنِیْنَ وَحَفَدَۃً وَرَزَقَکُم مِّنَ الطَّیِّبَاتِ أَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰہِ ہُمْ یَکْفُرُونَ)

(نحل، 72) ''اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے تمہاری ہم جنس بیویاں بنائیں اور اسی نے ان بیویوں سے تمہیں بیٹے پوتے عطا کیے اور اچھی اچھی چیزیں تمہیں کھانے کو دیں، پھر کیا یہ لوگ (سب کچھ دیکھتے اور جانتے ہوئے بھی) باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کے احسان کا انکار کرتے ہیں۔''

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ہمیں شادی کرنے کا حکم فرماتے اور تبتل وانقطاع کرنے سے سختی سے روکتے تھے، اور فرماتے تھے: ''ایسی عورتوں سے شادی کرو جو محبت کرنے والی اور خوب جننے والی ہوں کیونکہ میں روزِ قیامت تمہاری وجہ سے دیگر انبیاء پر (امت کی) کثرت میں بڑھنا چاہتا ہوں۔'' [کان یأمر نا بالباءۃ وینھی عن التبتل نھیا شدیدا ویقول: تزوجوا الولود الودود، فانی مکاثر بکم الأنبیاء یوم القیامۃ] (مسند احمدؒ: 12634۔ صحیح ابنِ حبانؒ: 4028) واضح رہے عربی زبان میں تبتل کے معنی بے رغبت ہو کر شادی نہ کرنے کے آتے ہیں۔ (المعجم الوسیط: مادۃ ب ت ل 1/47)

شادی میں حفاظتِ نفس کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سے انسان اپنے آپ کو ایسے معاصی و فحش اعمال سے محفوظ کر لیتا ہے جو دنیا میں مہلک امراض اور آخرت میں عذابِ عظیم کا موجب بنتے ہیں۔ قریبی دور میں سامنے آیا ''ایڈز'' نامی لاعلاج مہلک مرض بھی جنسی بے راہ روی کی پیداوار مانا گیا ہے اور اس سے بچنے کا واحد راستہ شرمگاہوں کی حفاظت بتایا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے شرمگاہوں کی حفاظت کا ایک طریقہ نگاہیں نیچی رکھنا بیان کیا ہے۔ (قُل لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِہِمْ وَیَحْفَظُوا فُرُوجَہُمْ ذَلِکَ أَزْکَی لَہُمْ إِنَّ اللَّہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُونَ * وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِہِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوجَہُنَّ) (نور، 30۔31) ''اے نبیؐ، مومن مردوں سے

کہو کہ اپنی نظریں جھکا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ اُن کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اُس سے باخبر رہتا ہے۔ اور اے نبیؐ، مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں جھکا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔"

آیتِ کریمہ میں شرم گاہوں کی حفاظت وعفت کے لیے غضِ بصر کو ایک وسیلہ بتایا گیا ہے، لیکن فرمانِ رسالت ﷺ میں شادی کر لینے کو، نگاہوں کے نیچے رکھنے اور شرم گاہوں کے محفوظ و پاکیزہ رکھنے کا کارگر و مؤثر ترین نسخہ قرار دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: "اے گروہِ نوجوانان! تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اسے شادی کر لینی چاہیے کیونکہ شادی کی وجہ سے نگاہیں نیچی اور شرمگاہیں محفوظ ہو جاتی ہیں۔ البتہ جو شادی کی استطاعت نہیں رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ روزوں کا التزام کرے کیونکہ روزہ شہوتِ نکاح کو کاٹ دیتا ہے۔" [یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانّہ أغضّ للبصر و أحصن للفرج، و من لم یستطع فعلیہ بالصوم فانّہ لہ وجاء] (صحیح بخاریؒ: 5065۔ صحیح مسلمؒ: 3464)

ب] ستر پوشی و پردہ داری]

لباس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ انسان اسکے ذریعہ سے اپنے قابلِ حیا جسمانی حصوں کو لوگوں سے چھپانا چاہتا ہے۔ ستر پوشی کا یہ اہتمام اس لیے ہے کہ خالقِ کائنات نے انسان کے وجدان و فطرت میں حیا و شرم کا مادہ رکھا ہے، اور یہ اسکے اشرف المخلوقات یا تکریم و اعزاز یافتہ مخلوق ہونے کا تقاضا بھی ہے۔ اس میں ایک ضمنی مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان اپنے بعض جسمانی و خِلقی عیوب اور غیر طبعی امور کو مخفی رکھنا چاہتا ہے جن کے بارے میں اسے قطعی گوارا نہیں ہوتا کہ کوئی محرم یا قریب ترین رشتہ دار بھی اِن پر مطلع ہو جائے۔

شادی یا ازدواجی زندگی میں زوجین کا ایک دوسرے کے لیے یہی کردار ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے لباس اور پردہ بن جاتا ہے۔ قرآن جب زوجین کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیتا ہے (بقرہ، 187) تو اس سے مراد یہی ستر پوشی و اخفا کا عمل ہے۔ اس استنباط کی مزید تائید و توثیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت نے رات کو بھی لباس قرار دیا ہے، کیونکہ رات اپنی تاریکی میں اشیاء و اشخاص سبھی کو ڈھانپ لیتی ہے۔ ارشادِ باری ہے: (وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا) (فرقان، 47) "اور وہ اللہ ہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے لباس، اور نیند کو سکونِ موت اور دن کو جی اٹھنے کا وقت بنایا۔" (وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا) (نبأ، 10) "اور رات کو پردہ پوش بنایا۔"

سابقہ آیات کے تقابل سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کے نزدیک جو تعلق رات کا دنیائے انسانیت کے ساتھ ہوتا ہے، بعینہ وہی رابطہ یا تعلق زوجین کا آپس میں ہوتا ہے۔ ایک طرف قرآن کریم لباس کے لفظ کو رات کے پس منظر میں چھپانے اور ڈھانپ لینے کے معنی میں استعمال کرتا ہے، تو دوسری طرف لباس ہی کے لفظ کو انسانی عورات کی پردہ پوشی کے لیے بھی استعمال کرتا ہے۔ (یَا بَنِیْ آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاساً یُّوَارِیْ سَوْءَاتِکُمْ وَرِیْشاً وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ)(اعراف،26) "اے اولادِ آدم، ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لیے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو، اور بہترین لباس تقوی کا لباس ہے۔" شاید زوجین کے مابین اسی رشتہ ستر پوشی واخفائے عیوب کا لحاظ کرتے ہوئے شریعت نے بہت سختی سے اس بابت نکیر فرمائی ہے کہ زوجین میں سے کوئی اپنے شریکِ زندگی کے جسمانی اوصاف دوسروں کو بیان کرتا پھرے۔ [انّ من أشرّ الناس عند اللہ منزلۃ یوم القیامۃ یفضی الی امرأتہ وتفضی الیہ ثمّ ینشر سرھا] (صحیح مسلمؒ : 3615)

ج] زینت وآرائش]

زینت کے لغوی معنی میں ہر وہ چیز شامل ہے جس سے خوبصورتی حاصل کی جاتی ہے۔ درحقیقت اس کے اطلاق میں وہ تمام اشیاء داخل ہیں جو انسان کو کسی طور سے بھی بھونڈا، یا بدشکل نہ بناتی ہوں۔ (لسان العرب، ابن منظور مصریؒ: مادہ زی ن 143/3) ہر انسان پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس دیدہ زیب ہو، باعثِ شرم وعار نہ ہو۔ آرائش وزیبائش کو پسند کرنا بشری جبلت ہے جس میں فی نفسہ کوئی حرج کی بات نہیں۔ ارشادِ باری ہے: (قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ)(اعراف،32) "اے محمدؐ، ان سے کہو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں؟"

حضرت ابنِ مسعودؓ روایت فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں نہیں داخل ہوگا ایسا شخص جس کے دل میں ذرہ بھر کبر ہے۔ ایک آدمی نے یہ سن کر کہا: کوئی انسان پسند کرتا ہے کہ اسکا کپڑا اور اسکا جوتا خوبصورت نظر آئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ رب العزت جمیل ہیں اور جمال کو پسند فرماتے ہیں، کبر تو یہ ہے کہ حق کو جانکر نہ مانا جائے اور لوگوں کی حق تلفی کی جائے۔"

[لایدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر، فقال رجل: ان الرجل یحب أن یکون ثوبہ حسنا ونعلہ حسنۃ، قال: انّ اللہ جمیل یحب الجمال، الکبر بطر الحق وغمط الناس] (صحیح مسلمؒ: 275) یہ سب فرمودات لباسِ انسانی سے متعلق ہیں۔

زوجین کے تعلق سے دیکھیں تو مرد وعورت دونوں پسند کرتے ہیں کہ انکا شریکِ زندگی انکے لیے باعثِ زینت وجمال ہو، نہ کہ سببِ شرم وعار۔ لیکن یہ زینت وجمال کس سطح کا ہو، اس بارے میں انسانی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ کچھ لوگ اسکو جسمانی حسن پر موقوف سمجھتے ہیں، کچھ لوگ مال وثروت پر، کچھ لوگ جاہ وعزت پر اور کچھ لوگ دینداری وتقوی پر۔ ارشادِ نبوت ﷺ ہے: عورت کو چار وجوہات سے نکاح میں لیا جاتا ہے: مال کے سبب، خاندانی عزت کے سبب، خوبصورتی کے سبب اور دینداری کے سبب۔ تم دیندار خاتون کو عقدِ نکاح میں لیکر کامیاب ہو جاؤ، اللہ تمہارے ہاتھ خاک آلود رکھے!۔" [تنکح المرأۃ لأربعٍ: لمالھا ولحسبھا ولجمالھا ولدینھا؛ فاظفر بذات الدین تربت یداک] (صحیح بخاریؒ: 5090۔ صحیح مسلمؒ: 3708) واضح رہے کہ حدیث میں عورت کے نکاح کا تذکرہ عادت وعرف کا لحاظ کرتے ہوئے آیا ہے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایک اچھے شوہر کے انتخاب میں بھی اس حدیث کو مشعلِ راہ نہ بنایا جائے۔ حدیث میں مذکور چاروں چیزیں مال، عزت، حسن اور دین اپنی اپنی قسم کے تمام اجزاء واشکال پر محیط ہیں۔ جس طرح مال کے مفہوم میں دولت وثروت کی تمام شکلیں شامل سمجھی جاتی ہیں، اسی طرح عزت وجاہ کے عموم میں تعلیمی لیاقت اور علمی ڈگریوں کو بھی داخل مانا جائے گا۔

سابقہ آیات واحادیث کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح کسی خوش رو انسان کی خوش لباسی اسکے حسن وکشش میں اضافہ کرتی ہے، بالکل اسی طرح زوجین میں سے ہر ایک، دوسرے کی زینت وجمال میں اضافہ کا سبب بنتا ہے اور اسے بننا چاہیے۔ [د] مشکلاتِ زندگی میں مدد ومعاونت

ہر انسان اپنے لیے وہ لباس اختیار کرتا ہے جو اس کی مخصوص تجارت وعمل میں ممد ومعاون ہو، حارج نہ ہو۔ کچھ لوگ اپنے کام اور پیشہ کے مدِ نظر تنگ اور چست لباس پہنتے ہیں جبکہ کچھ لوگ اپنی تجارت وحرفت ہی کی وجہ سے ڈھیلا ڈھالا لباس اختیار کرتے ہیں۔ یہ ایک معلوم ومجرب حقیقتِ واقعہ ہے جس کو بآسانی اپنے آپ پر غور کر کے جانا جاسکتا ہے۔ لباس کے اسی مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر مختلف سرکاری محکموں وحکومتی شعبوں کی وردیوں اور پوشاکوں کا تعین بھی کیا جاتا ہے۔

شادی میں شریکِ حیات کے انتخاب میں بھی انسان کوشش کرتا ہے کہ اسکو ایسا ساتھی ملے جو امورِ زندگانی میں بہترین معاون و مددگار ثابت ہو سکے۔ چنانچہ بسااوقات ترجیح کا پیمانہ جائیداد و بینک بیلینس ٹھہرتا ہے، اور کبھی اونچی نوکری اور موٹی تنخواہ۔ کچھ لوگوں کی نظر امورِ خانہ داری میں مہارت پر ہوتی ہے جبکہ کچھ دیگر حضرات اپنے ہم پیشہ تعلیم یافتہ ساتھی کا جوڑ پسند کرتے ہیں۔ جس طرح لباس کے انتخاب میں پیشِ نظر یہ ہوتا ہے کہ امور و معاملاتِ زندگی میں کارآمد و مفید ثابت ہو، اسی طرح انسان کو شریکِ حیات کے انتخاب میں بھی اس پہلو کی رعایت رکھنے کا حق ہے، بشرطیکہ شرعی ضوابط و حدود میں رہتے ہوئے ایسا کیا جائے۔ ارشادِ باری ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (مائدہ، 2) "جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو، اس کی سزا بہت سخت ہے۔"

لباس کے اوصاف

اَ] مناسبت و موافقت]

انسان اپنے لباس کے لیے ایسا کپڑا اور سلائی کا ایسا انداز اختیار کرتا ہے جو اسکے مقصود کو پورا کرے اور ساتھ ہی اسکی قامت پر جچ سکے۔ لباس کا بیحد لمبا یا چھوٹا ہونا، بیحد تنگ یا ڈھیلا ہونا اسکو بے ہنگم و معیوب بنا دیتا ہے۔ لہٰذا لباس کا جسمِ انسانی کے موافق و مناسب ہونا حد درجہ ضروری ہے۔ بالکل اسی انداز میں مرد و عورت میں سے ہر ایک کو اپنے رفیقِ حیات کے انتخاب میں مناسبت و موافقت کے اس پہلو کو مدِ نظر رکھنا چاہیے۔ انسان بیشتر اوقات حرص و ہوس میں اندھا ہو کر اپنی ذاتی مناسبت کو فراموش کر جاتا ہے اور ہر جگہ اپنی استطاعت و مناسبت سے کہیں زیادہ کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ دیگر امور و معاملات میں بھی یہ حریصانہ رویہ نقصان دہ ہوتا ہے، لیکن رفیقِ زندگی کے انتخاب میں اسکی مضرت متعدی و کئی گنا زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ حسن و جمال، دولت و غنا، عزت و جاہ اور علم و فضل میں زوجین کی باہمی عدمِ مناسبت و عدمِ موافقت بالآخر سنگین نتائج کا باعث بن جاتی ہے، جسکے مضر اثرات کئی خاندانوں اور نسلوں تک کو اپنی گرداب میں لے لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں دانشمندانہ رویہ یہی ہے کہ شریکِ سفرِ حیات کے اختیار میں پوری سچائی و دیانت داری اور کامل واقعیت پسندی و عملیت کا مظاہرہ کیا جائے۔ اس قرآنی تشبیہ کا ایک پیغام یہ بھی ہے۔

ب] نوع و اصل]

لباس کے لیے لوگ اپنی اپنی طبیعت، علم یا دینداری کے مطابق مختلف الاصل و مختلف النوع (مثلاً اونی، سوتی، ریشمی وغیرہ) کپڑوں کو پسند کرتے ہیں۔ ہر شخص اپنے لیے خوب سے خوب تر کی تلاشِ بسیار کرتا ہے جو کہ درست بھی ہے۔ شادی کے لیے بھی انسان اسی طرح تلاشِ بسیار کرتا ہے اور اہلِ علم واہلِ تجربہ سے افضل ترین رشتہ کے بارے میں صلاح مشورہ کرتا ہے۔ ایک آدمی نے نواسۂ رسول حضرت حسین بن علیؓ سے دریافت کیا: میری ایک بیٹی ہے، میں اسکی شادی کس سے کروں؟ آپؓ نے جواباً فرمایا: جو اللہ سے ڈرنے والا ہو اس سے شادی کر دو، کہ اگر وہ تمہاری بیٹی سے محبت کرے گا تو اکرام واعزاز میں رکھے گا اور نفرت کرے گا تو خدا کا خوف اسے ظلم نہیں کرنے دیگا۔" (مصنف ابن ابی شیبہؒ : 12871)

اس سلسلے میں قرآن کریم سب سے زیادہ مکرم و شریف شخص اسکو قرار دیتا ہے جو زیادہ سے زیادہ اپنے رب سے ڈرنے والا ہو۔ (یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ) (حجرات، 13) "لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔"

نکاح میں دینداری کو معیار قرار دینے والی حدیث کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے۔

ج] شکل وصورت اور رنگ]

انسان مختلف نفسیاتی وفطری داعیات کے بسبب متنوع اشکال والوان کا لباس اختیار کرتا ہے۔ مطمحِ نظر اس میں یہ ہوتا ہے کہ خود انسان کے دل ودماغ اس پسند سے راضی ہو جائیں اور معاشرے میں بھی اسکو مذاق و تفریح کا موضوع نہ بنایا جائے۔ ماہرینِ نفسیات بھی انسان کے لباس کو اسکی داخلی شخصیت کا مظہر قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سلیم الفطرت ونفسیاتی لحاظ سے صحت مند انسان بھڑکیلے رنگوں کے لباس سے پرہیز کرتے ہیں۔ اس پس منظر میں ایسے لباسوں سے بھی اجتناب و گریز کیا جاتا ہے جو فردِ مخصوص کی شکل وصورت سے، یا عمر اور رتبہ سے میل نہیں کھاتے، یا اس کے خاندانی پس منظر یا سماجی مقام (سوشل اسٹیٹس) کے منافی ہیں۔

ازدواجی زندگی میں ہر انسان ایساساتھی چاہتاہے جواس کے مناسب ہواوراس سے میل کھاتاہو؛بصورتِ دیگروہ لوگوں کی چبھتی نگاہوں کا مرکز بنتاہےاوراسکی ملامت وتنقید میں زبانیں چلنے لگتی ہیں۔غالباًیہ بھی ایک وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ بڑی تاکید فرماتے تھے کہ شادی سے قبل زوجین میں سے ہر ایک اپنے مجوزہ شریکِ زندگی کودیکھ لے۔آپ ﷺ کاارشادِ گرامی ہے:جب تم میں سے کوئی پیغامِ نکاح بھیجے،تب ممکن ہوکہ نکاح جس خاطر کیاجارہاہےاس پر نظرڈال لے تووہ ضروراایساکرے۔" [اذاخطب احدکم المرأۃفان استطاع أن ینظر منھاالی مایدعوہ الی نکاحھافلیفعل](سنن ابوداوٗدؒ:2084۔مسنداحمدؒ : 14626) صحیح مسلمؒ میں مروی ہے کہ:ایک آدمی نے کسی عورت سے شادی کاعندیہ ظاہر کیاتواللہ کے رسول ﷺ نے سوال فرمایا:کیاتم نےاس کودیکھا ہے؟اس نے نفی میں جواب دیاتوآپ ﷺ نے فرمایا:جاؤجاکرپہلے اسکودیکھوکیونکہ ایساکرنازیادہ قرینِ قیاس ہے کہ تمہارے مابین کارشتہ پائیداری ودوام پائے۔" [قال لرجل تزوج امرأۃ:أنظرت الیھا؟قال:لا،قال:اذھب فانظرالیھافانہ أجدر أن یؤدم بینکما](صحیح مسلمؒ:3550۔سنن نسائیؒ:3235۔مسنداحمدؒ : 18179)

د] کمالیات وزوائد]

لباس کے لیے کپڑے کی نوعیت اور سلائی کے انداز کی تعیین کے بعد بیشتراوقات انسان اس میں مزید چیزیں لگاکراورزیادہ حسین وجمیل بناناچاہتاہے۔مثلاًاسکے لیے اچھے بٹنوں کااہتمام یااچھی ٹائی یاٹوپی یامفلراوررومال وغیرہ کااہتمام کیاجاتاہے۔اسمیں کوئی قباحت بھی نہیں۔ازدواجی زندگی میں بھی زوجین میں سے ہر ایک کی تمناوآرزوہوتی ہے کہ اس کاساتھی دیگرصفات وصلاحیتوں کے علاوہ کچھ غیر معمولی خوبیوں کاحامل رہے۔مثلاًاعلیٰ علمی اہلیت کاحامل ہو،یااعلی پائے کامقرروواعظ ہویاحافظِ قرآن ہویاآرائش وزیبائش میں ماہر ہووغیرہ وغیرہ۔دوسرے لفظوں میں وہ کسی ایسی اہلیت وصلاحیت کاحامل ہو،جواسکے ہم عصراقران ومصاحبین میں نایاب یا کمیاب ہے،اوراسکی وجہ سے انسان دوسرے امور کی طرح یہاں بھی اپنے جزبۂ افتخار کوتسکین بہم پہنچاسکے۔یہ خواہش بھی اگرحدودِ دین سے متجاوزنہ ہوتوجائزہوگی۔

لباس کی خصوصیات

أ] اپنائیت ولگاوٹ]

انسان جب لباس زیب تن رکھتا ہے تو بڑی حد تک لباس اسکے جسم سے چمٹا ہوتا ہے یا اس قدر قریب ہوتا ہے کہ دونوں میں فاصلہ یا دوری نا کے برابر ہوتی ہے۔ ازدواجی زندگی میں بھی یہی صورت مطلوب ہے۔ زوجین میں سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ بیحد اپنائیت و ہمدردی کا معاملہ برتنا چاہیے اور ہر ایک کو دوسرے کے احساسات و جذبات سے واقفیت اور نازک و حساس مسائل و حالات کا علم ہونا چاہیے۔

امام قرطبیؒ اس قرآنی تشبیہ کے ضمن میں فرماتے ہیں: لباس کا اطلاق اصلاً کپڑوں پر ہوتا ہے۔ زوجین کے باہمی امتزاج و اقتران کو لباس کی تشبیہ سے بیان کیا گیا ہے کیونکہ زوجین بھی لباس ہی کی مانند ایک دوسرے سے مربوط اور لازم و ملزوم ہوتے ہیں۔ (الجامع لأحکام القرآن، قرطبیؒ : 2/314)

ایک دوسرے پہلو سے بھی غور کیجئے کہ انسان کے لیے ایامِ شباب جسمانی قوت و صحت مندی کا زمانہ ہوتے ہیں۔ یوں تو انسان ہر موسم کے مطابق لباس میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے تاکہ وہ موسمی مضر اثرات میں مبتلا نہ ہو سکے۔ لیکن جوانی کے دور میں بڑی سے بڑی موسمی بدپرہیزی کے باوجود انسان امراض و آفات سے محفوظ رہ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر موسمِ گرما کی لو اور موسمِ سرما کے یخ بستہ جھکڑ یا بارشوں کے پانی میں خوب نہانا وغیرہ اسکے جسمانی نظام کو متاثر نہیں کرنے پاتے۔ اس صورتِ حال کے برعکس ایامِ پیری میں جب کہ انسان کا دفاعی نظام کمزور ہو جاتا ہے، ذرا سی بے احتیاطی اسکو بیمار کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ اس دور میں اسے ہر موسم میں اپنے لباس سے جڑے رہنے کی زیادہ ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اسوقت اسکے جسمانی دفاعی نظام کی کمزوری طالب ہوتی ہے کہ جسم کو زیادہ سے زیادہ لباس میں ملبوس رکھا جائے۔ بالکل اسی طرح ازدواجی زندگی میں بھی پیرانہ سالی کے ایام میں زوجین کو ایک دوسرے کے ساتھ اور ایک دوسرے کی محبت و مودت کی نہایت درجہ ضرورت ہوتی ہے۔ عمومی مشاہدہ کی چیز ہے کہ زوجین خواہ کتنے ہی عمر دراز ہوں ایک دوسرے کے سہارے بقیدِ حیات صابر و شاکر رہتے ہیں، لیکن جہاں کسی ایک نے اس دارِ فانی سے رحلت کی تو مشکل ہوتا ہے کہ دوسرا بھی زیادہ ایام زندہ رہ پائے۔

ب] مصاحبت و تلازم]

انسان دنیا کے کسی گوشے میں سفر کر جائے اسکا لباس اس کے ساتھ رہتا ہے اور دونوں میں کسی صورت مفارقت پیدا نہیں ہونے پاتی۔ ازدواجی زندگی میں بھی یہی فطری حالت مطلوب و مستحب ہے اور باہمی افتراق یا چند روزہ دوری کی اجازت حالتِ اضطرار و مجبوری ہی میں دی جاسکتی ہے۔ انسان غریب الوطن ہو یا مقیم، ہر حالت میں سکون واطمنان اور محبت و رحمت کا خواستگار ہوتا ہے، جسکا وجود اسی طور ممکن ہے کہ اسکا رفیقِ زندگی ہر آن وہر مکان اسکے ساتھ پایا جائے۔ ارشادِ ربانی ہے (وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ) (روم، 21) "اور اسکی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تا کہ تم انکے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اسمیں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔"

اللہ کے رسول ﷺ کا معمول بھی یہی تھا کہ آپ ﷺ اسفار و غزوات میں امہات المومنین کو ساتھ رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اللہ کے رسول ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہلِ خانہ میں قرعہ اندازی فرماتے اور جس کا نام نکلتا انھیں ساتھ لے جاتے۔ [کان رسول اللہ ﷺ اذا اراد سفرا اقرع بین نساءہ فایتھن خرج سھمھا خرج بھامعہ] (صحیح بخاری: 2593۔ صحیح مسلم: 7196) یہاں غور طلب بلکہ سنگین مسئلہ مسلمانوں کے اس نوکری پیشہ طبقہ کا ہے جو زیادہ کمائی کی خاطر بیرونی ممالک یا دور دراز علاقوں میں کام کرتے ہیں اور سالہا سال تک اپنے اہلِ خانہ کو زیارت و ملاقات سے محروم رکھتے ہیں۔ بعض خلیجی ممالک کا حال تو یہ ہے کہ اس میں جانے کے بعد سہ سالہ مدت گزارے بغیر واپسی کے بارے میں سوچنا بھی ناممکن ہے۔ فقہی موشگافیاں کر کے اس طرزِ عمل کو جائز ٹھہرانے یا مجبوریِ حالات کے بہانے اسکو قابلِ انگیز قرار دینے سے، یہ غیر شرعی دنیا پرستانہ رویہ کس قدر درست قرار پاتا ہے، یہ دوسری بات ہے۔ لیکن جو بات مسلم ہے وہ یہ کہ ایسا طرزِ عمل رشتۂ زوجین کے قرآنی تصور کے بالکل خلاف ہے۔

قابلِ اجتناب امور

فطری طور پر انسان اپنے لباس کی حفاظت وصیانت کرتا ہے اور متعدد امور واشیاء سے اسکو دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ انمیں سے چند کا تذکرہ درج ذیل ہے:

ا] گندگی و آلائش]

ہر انسان چاہتا ہے کہ لباس کو خراب کرنے یا ناپاک کر دینے والی کوئی معنوی ومادی گندگی اسکے لباس کو نہ لگے۔وہ کوشش کرتا ہے کہ کوئی چیز اسکے لباس کو بدرنگ وبدبودار نہ کرے۔ازدواجی رشتہ میں بھی زوجین سے مطلوب ہوتا ہے کہ وہ اس رشتہ کی ہمہ وقتی حفاظت ونگرانی رکھیں تاکہ انکا یہ رشتہ ورابطہ ہمیشہ خوش شکل، خوش مذاق، اور خوشبودار باقی رہے۔زوجین میں سے ہر ایک کو دوسرے کی شخصیت کا اعتراف واحترام کرتے ہوئے، حسنِ معاشرت کو مکدر کرنے والی تمام غلط فہمیوں اور خامیوں کو نرمی وہمدردی کے ساتھ سدھار دینا چاہیے۔اللہ کے آخری رسول ﷺ کا اسوہ اس بارے میں مشعلِ راہ ہے۔آپ ﷺ ہمیشہ ازواجِ مطہراتؓ کی ناروا باتوں پر ضبط وتحمل اور اہلِ خانہ کی ناراضگی کا سبب بننے والی چیزوں سے احتراز فرماتے تھے۔ازواجِ مطہراتؓ کی چھوٹی چھوٹی پسند وناپسند کو نوٹس میں رکھنے کی مثال یہ واقعہ ہے: ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: میں تمہاری رضامندی وعدمِ رضامندی کو پہچان لیتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ کے استفسار پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم رضامندی کی حالت میں قسم کھاتے ہوئے کہتی ہو کہ قسم محمدؐ کے معبود کی، جبکہ ناراضگی کی حالت میں کہتی ہو کہ قسم ابراہیمؑ کے معبود کی۔یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: میں صرف آپکا نام لینا چھوڑتی ہوں (آپ ﷺ کو نہیں۔)۔[انی لأعرف غضبک من رضاک، قالت: وکیف تعرفہ؟ قال: اذا رضیت قلت لا والٰہ محمدٍ، واذا غضبت قلت لا والٰہ ابراھیم، قالت: صدقت، انما اھجر اسمک۔" (صحیح بخاریؒ : 6078)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک کو خانگی رشتے میں کسی بھی شک وشبہ یا غلط فہمی کے شائبہ کو جگہ نہیں دینی چاہیے اور خدانخواستہ اگر ایسی صورتحال واقع ہو جائے تو فوری طور پر اسکے ازالہ وتلافی کی سبیل کر لینا چاہیے۔اس اصول کو مدِ نظر رکھنے سے ازدواجی رشتہ ہمیشہ سرسبز وشاداب رہتا ہے۔حضرت عمران بن حطانؒ کے بارے میں آتا ہے کہ آپؒ کی اہلیہ نہایت شکیل وجمیل تھیں، جبکہ خود آنجنابؒ کا حال ایسا نہ تھا۔روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنی بیوی کو مخاطب فرما کر کہا: تم اور میں انشاءاللہ جنتی ہیں۔اس پر اہلیہ نے تعجب ظاہر کیا تو آپؒ نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ تم حسن وجمال میں مجھ سے بہتر ہو، جس پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں، اور میں تم سے شکل وصورت میں فروتر ہوں جس پر تم صبر واحتساب رکھتی ہو۔اس لیے انشاءاللہ ہم دونوں اہلِ جنت میں سے ہونگے۔" (العقد الفرید، ابن عبد ربہؒ: 431/2) معلوم ہوا ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک کو دوسرے کی خوبی اور واقعی حیثیت کا اعتراف کرنا چاہیے، کیونکہ اسکی وجہ سے بے تکلفی ومحبت اور احسان مندی ومحسن شناسی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، جو کسی بھی ازدواجی رشتہ کے لیے از حد ضروری ہے۔

ب]انقباض وکبید گی]

بسااوقات انسان کالباس توصاف ستھراہوتاہے لیکن دھونے یا کثرت سے استعمال کرنے کی وجہ سے اسمیں سکڑاؤاور انکماش پیداہو جاتا ہے۔اس قسم کے سکڑے ہوئے کپڑے کاعلاج استری کے ذریعہ اسکو پھیلا کر کیاجاتاہے۔خانگی سعادت وخوشحالی کے حصول کی راہ میں بھی بسااوقات چھوٹی چھوٹی چیزیں اختلافات اور ہلکی پھلکی جھڑپ کا سبب بن جاتی ہیں۔ایسے میں خانگی رشتہ کو بھی ایک قسم کا انقباض وانکماش لاحق ہو جاتاہے، جس کے بعد ضرورت ہوتی ہے کہ ازدواجی رشتہ کی تازگی بحال کرنے کی کوشش کی جائے۔اسکا بہترین راستہ آپسی تفاہم، بے غرضی وانکارِذات اور بعض غلطیوں سے اغماض واعراض کرناہے۔اس وسیلہ سے ازدواجی رشتہ کولاحق انقباضی کیفیت ختم ہو کر فرحت وانبساط میں بدل جاتی ہے۔واضح رہے جس طرح بروقت سکڑے ہوئے کپڑے کودرست نہ کرنے پر دھیرے دھیرے یہ حالت کپڑے کا جزوِلازم بن جاتی ہے اور پھر اسکاازالہ مشکل تر ہو جاتاہے،اسی طرح خانگی رشتہ میں بھی وقتی انقباض وناراضگی کو طول دینے سے بسااوقات یہ چیز مستقل دردِسر بن جاتی ہے اور صورت حال کی اصلاح بیحد مشکل ہو جاتی ہے۔

ج]انقطاع وافتراق]

بسااوقات انسان کالباس کٹ یاپھٹ جاتاہے جسکے بعد اسکورفو کرنے اور سینے کی ضرورت پڑتی ہے اوراس طرح لباس کو صحیح سالم باقی رکھاجاتاہے۔اگر پھٹے کپڑے کو جلدازجلد سینے کااہتمام نہ کیاجائے تواس پھٹن کادائرہ وسعت اختیار کر جاتاہے اور کبھی کبھاراس حد کوپہونچ جاتاہے جہاں اسکو بحیثیتِ لباس استعمال میں لانامحال ہو جاتاہے۔ازدواجی زندگی میں بھی بسااوقات بڑی مشکلات اور گہرے اختلافات پیداہو جاتے ہیں جنکا بروقت ازالہ وخاتمہ نہ کیاجائے تومستقل انقطاع ولاتعلقی کاپیش خیمہ بن جاتے ہیں۔غور کرنے کی بات یہ ہے کہ عربی زبان میں رفو کرنے کالفظ سلائی کرنے کے معنی میں بھی آتاہے اور شادی کے بعد اتفاق ویگانگت کے معنی میں بھی۔(المعجم الوسیط: مادۃ رف أ/114/1)احادیث میں بھی یہ لفظ اس معنی میں آیاہے۔حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کسی انسان کو شادی میں اتفاق واتحاد کی دعا(رفّا) دیتے ہوئے فرماتے تھے:اللہ تمہارے لیے برکت مقدر کرے اور تم پر برکت رکھے اور تم دونوں کے مابین خیر میں اجتماع فرمائے۔" [أنّ النبی ﷺ کان اذارفّاانساناًاذاتزوج قال: بارک اللہ لک وبارک علیک وجمع بینکمافی خیرٍ](سنن ابوداؤدؒ:2132۔سنن ترمذیؒ:1091۔مسند احمدؒ:8944۔سنن ابن ماجہؒ : 1905)

د] بے نیازی واستغنا]

اگر انسان بڑی کدوکاوش کے بعد کسی بے عیب وخوبصورت لباس کا انتخاب کرے، لیکن پھر اچانک ہی اسکو اتار کر پھینک دے اور خود کو اس سے مستغنی ظاہر کرنے لگے، یا کہے کہ میں برہنہ رہنا پسند کرتا ہوں یا یہ کہ میں اپنے لیے دوسرا لباس منتخب کروں گا، تو عقلِ عامہ ایسے انسان کو پاگل قرار دیتی ہے۔ اس سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا تم نے اپنے انتخاب میں غلطی کی تھی؟ کیا تم نے یہ لباس محنت کی حلال کمائی سے نہیں خریدا تھا؟ کیا اس لباس میں پایا جانے والا عیب یا نقص نا قابل اصلاح و تحمل ہے؟ کیا تم نے اس عیب یا نقص کی اصلاح و تلافی کرنے کی کوشش کی؟ ان تمام اعتراضات و سوالات کا تسلی بخش جواب نہ دینے پر ایسے شخص کو متکبر و نخوت پسند اور فضول خرچ و مسرف کے خطاب سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ازدواجی امور میں بھی زوجین میں سے کسی ایک کا دوسرے کے تئیں تعامل اگر بے نیازی و لاتعلقی کا ہے تو اس پر بھی یہی اعتراضات وارد ہوتے ہیں اور یہی حکم اس پر بھی لگایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں جواز کی صورت تب ہی ہے جبکہ معاملہ اس حد کو پہونچ جائے کہ کسی طور گزارے کا امکان باقی نہ رہے اور علیحدگی وانفصال کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: حلال چیزوں میں اللہ کو ناپسندیدہ ترین شے طلاق ہے۔" [أبغض الحلال عند اللہ الطلاق] (سنن ابوداؤدؒ: 2180۔ سنن ابن ماجہؒ: 2018)

یہ چند بنیادی باتیں ہیں جو قرآن کی اس تشبیہ کی روشنی میں بظاہر سمجھ آتی ہیں۔ یہاں ایک تنبیہ ضروری یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں وارد مختلف تمثیلات وتشبیہات کے تضمنات میں کسی ایسے امر کو شامل کرنا جسکی تائید قرآن وسنت کی دیگر واضح نصوص سے نہیں ہوتی، یا اس کے معارض شرعی نصوص پائے جاتے ہیں، تو ایسا استنباط کسی نے بھی انجام دیا ہو غلط قرار پائے گا۔ مثلاً اس قرآنی تشبیہ کی روشنی میں یہ کہنا کہ لباس ہی کی طرح زوجین میں سے ہر ایک کو دوسرے پر حقوقِ مالکانہ حاصل ہو جاتے ہیں یا لباس ہی کی طرح زوجین کو بھی ہر ماہ وسال میں شریکِ زندگی تبدیل کرتے رہنا چاہیے، بر خود غلط ہوگا۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہم سبھی کو صحیح فہمِ قرآن کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رحمن ورحیم۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

mazameen.com